OPEN ACCESS: "*EPISTEMOLOGY*"
eISSN: 2663-5828;pISSN: 2519-6480
Vol.9 Issue 10December 2021

اعجاز القرآن- علامہ رمانیؒ اور جرجانیؒ کا نقطہ نظر- تجزیاتی مطالعہ

IJAZ-UL-QURAN – THE PERSPECTIVE OF ALLAMA RAMMANI AND JIRJANI – ANALYTICAL STUDY

Hafsa Khalid
Scholar, Sheikh Zayed Islamic Centre, University of the Punjab, Lahore.

Farzana Khalid
Lecturer, Department of Islamic Studies, Govt. Home Economics College, Gulberg, Lahore.

Abstract: The Holy Quran is the greatest gift of Allah Almighty to Humanity which is revealed in the most eloquent language, uncontaminated text and undiluted meaning. A distinguish aspect of the novelty of Quran is preservation, as stated that this Reminder is revealed by Allah and He will preserve it. The Word of Allah is revealed in Arabic language but it overwhelmed Arabs with its linguistic & literal supremacy, similarly the other miracles are esteemed i.e. innovative narration of previous stories, true predictions, information of unseen, elements of solace & comfort, unique order, eloquence, rhythmical & phonetical excellence, perfect grammatical structure etc. Hence Miracles of Quran is an eminent part of Uloom ul Quran. Many classical & modern writers enriched literature regarding Miracles of Quran and as well as demonstrates many salient features & hidden aspects. In this article, an attempt has been made to describe the miracles of Quran & illustrate the work of two scholars in this field.

Keywords: Miracles of Quran, Ijaz Ul Quran, Theory of Rummani & Jujani.

اللہ رب العزت کا یہ احسانِ عظیم ہے کہ اس خدائے بزرگ وبرتر نے خیر الامم کو فقید المثال ذکر عطا فرمایا۔ قرآن کریم وفرقانِ حمید بحر العلوم وگنجینۂ فنون ہونے کے ساتھ ساتھ عدیم النظیر وکتاب معجز ہے۔ موعظت الٰہی اوامر والنواہی، عبر وامثال، قصص وواقعات، اسرار وحکم، وعظ ونصیحت اور علوم ومعارف کی بحر بے کنار ہے۔ قرآن حکیم کی رفعت وعظمت کا اندازہ اس امر سے ہوتاہے کہ یہ کتاب ہدایت نہ صرف ملل سابقہ کے ایام وواقعات کو اپنے اندر سموئے ہوئے ہے بلکہ نو پید مسائل سے متعلق بھی اصول ومبادیات کی جامع ہے،اس کے علوم وفنون کی وسعت کا احاطہ بشری طاقت سے باہر ہے، یہ لغت کی کتاب نہیں، مگر الفاظ ومفردات کا مخزن ہے،تاریخ کی کتاب نہیں لیکن قصص وواقعات کا مستند ماخذ ہے، فلسفہ ومنطق کی کتاب نہیں، مگر ان کے مسائل کی عقدہ کشا ہے، فقہ واحکام کی کتاب نہیں، لیکن موجودہ یا پیش آمدہ کوئی مسئلہ ایسا نہیں جس سے متعلق اساس فراہم نہ کرتی ہو۔

علوم القرآن کی ایک اہم ترین نوع اعجاز القرآن ہے لیکن حقیقت یہ ہے کہ تمام تر علوم قرآنی دراصل اعجاز ہی کی مختلف شاخیں ہیں، گویا اعجاز القرآن اصل ہے اور دیگر انواع اس کی فروعات ہیں، لیکن بحثیت موضوع اعجاز القرآن سے مراد وہ اسباب ووجوہات ہیں جو اس کتاب ہدایت کے معجز ہونے اور مخلوق کے عاجز ہونے پر دلالت کریں۔اس علم کی اساس قرآن کریم سے یوں ملتی ہے:

فَلْيَاْتُوْا بِحَدِيْثٍ مِّثْلِهٖٓ اِنْ كَانُوْا صٰدِقِيْنَ۔[1]

اعجاز کی تعریف باعتبار اسم صفت (معجزہ) کے سید شریف جرجانیؒ نے یوں کی ہے:

أمر خارق للعادة، داعٍ إلى الخير والسعادة، مقرون بدعوى النبوة، قصد به إظهار صدق من ادعى أنه رسول من الله۔[2]

حد اضافی (اعجاز القرآن) پر جب اس تعریف کا انطباق کیا جائے تو اس سے مراد قرآن حکیم کا معجز وداعی الی الخیر اور بعثتِ محمدی ﷺ کی واضح وروشن دلیل ہونا ہے۔

اس علم کی ابتداء تو نزولِ قرآن کے ساتھ مقارن ہے، لیکن دور تدوین میں اعجاز القرآن مستقل علم کی حیثیت اختیار کر گیا اور اس نوع پر اوّلین کتاب جاحظ (م:۲۵۵ھ) کی الاعجاز فی نظم القرآن سمجھی جاتی ہے۔[3]

اعجاز القرآن کی مباحث کو بنیادی طور پر دو اقسام کلامی اعجاز اور علمی اعجاز میں منقسم کیا جاسکتا ہے۔ کلامی اعجاز میں حسنِ صوت ومعانی، نظم وبلاغت، ترکیب واسلوب وغیرہ سے متعلق تمام موضوعات شامل ہیں، جبکہ علمی اعجاز سے مراد

سائنسی اعجاز ہے۔اکیسویں صدی میں بالعموم مؤخر الذکر نوع سے متعلق مباحث پر کلام کیا جارہا ہے۔اس آرٹیکل میں اعجاز القرآن سے متعلق دو علماء کے نقطہ نظر کا جائزہ لیا جاتا ہے۔

علامہ رمانی کا تعارف

آپ کا اسم گرامی علی اور معروف نام رمانی ہے، یہ راء کے ضمہ کے ساتھ ہے، بغداد میں قصر رمان کی طرف نسبت کی وجہ سے رمانی کہا جاتا ہے[4]، سلسلۂ نسب یوں ہے:

علي بن عيسى بن علي بن عبد الله أبو الحسن الرماني المعتزلي۔[5]

علامہ رمانی کا تعلق بغداد کے قریب ایک شہر سامراء سے ہے لیکن موضع ولادت ووفات بغداد ہی بتائی جاتی ہے۔۲۹۶ھ بمطابق ۹۰۸ء میں بغداد میں پیدا ہوئے۔[6]

آپ معتزلی ہیں اور مشہور معتزلی مفسرین، نحویین، اصولیین اور فقہاء میں آپ کا شمار ہوتا ہے۔[7]اعتزال میں ابن الاخشیذ متکلم معتزلی کے مذہب پر تھے اسی نسبت سے الاخشیذی بھی کہلاتے ہیں۔

[8]علامہ رمانی نے جن اساتذہ سے کسبِ فیض کیا ان میں مشہور الزجاج، ابن السراج اور ابن درید ہیں۔[9]آپ نے ۳۸۴ھ بمطابق ۹۹۴ء میں بغداد میں وفات پائی۔[10]

آپؒ نے متعدد کتب لکھیں، ایک رائے کے مطابق ان کی تعداد سو ہے، مشہور تصانیف التفسیر، الحدود الأكبر، الأصغر، شرح أصول ابن السراج، شرح موجزه، شرح جمله، شرح سيبويه، شرح مختصر الجرمي، شرح الألف واللام للمازني، شرح المقتضب، شرح الصّفات، معاني الحروف، صنعه الاستدلال في الكلاماورالنكت فى إعجاز القرآن ہیں۔

چوتھی صدی ہجری میں اعجاز القرآن پر لکھی جانے والی کتب میں سے ایک اہم کتاب علامہ رمانی کی ہے۔ذیل میں اس کتاب کا مختصر تعارف قلمبند کیا جاتا ہے۔

کتاب کا تعارف

کتاب کا مکمل نام النُّكت في إعجاز القرآن ہے۔مکمل کتاب جامعہ ملیہ اسلامیہ دہلی سے ۱۹۳۷ء میں شائع ہوچکی ہے، نیز دار المعارف مصر نے ۱۹۶۸ء میں ثلاث رسائل فی اعجاز القرآن کے عنوان سے علامہ رمانی، خطابی اور

عبد القاہر جرجانی کی کتب کو اکٹھے شائع کیا ہے۔یہ کتاب علامہ رمانی کا دراصل مختصر سا رسالہ ہے جو تقریباً چالیس صفحات پر مشتمل عربی زبان میں ہے۔

وجہ تصنیف اور منہج واسلوب

کتاب کے آغاز میں ہی واضح کیا گیا ہے کہ اس کتاب کا مقصد طوالت سے قطع نظر مختصر انداز میں قرآن کریم کے اعجاز کا بیان ہے اور یہ مقصد عنوان سے بھی ظاہر ہے۔النکت کے آغاز ہی میں حمد وثناء کے فوراً بعد صاحبِ کتاب اصل مقصد یعنی وجوہِ اعجاز کی طرف آجاتے ہیں اور پھر بنیادی وجہ اور اس کی ذیلی اقسام کے لیے تو مستقل باب قائم کیے ہیں جو مصنف کی مطمح نظر ہیں جب کہ بقیہ انواع کا سرسری تذکرہ کیا گیا ہے۔کتاب میں باکثرت قرآنی مثالیں دے کر وجوہِ اعجاز کو ثابت کیا گیا ہے، نیز استشہادِ شعری بھی موجود ہے۔

النکت فی اعجاز القرآن کی افادیت واثرات

یہ کتاب علوم القرآن کی نوع اعجاز القرآن کے لیے مصدر کی حیثیت رکھتی ہے، بعد میں آنے والے تقریباً تمام علمائے کرام نے اس کتاب کو بطور ماٰخذ لیا ہے کیونکہ یہ دورِ تدوین کی یادگار ہے۔متقدمین میں سے علامہ باقلانیؒ نے اپنی کتاب اعجاز القرآن میں[11]، علامہ جرجانیؒ نے دلائل الاعجاز میں[12]، متاخرین میں سے علامہ زرکشی نے البرہان میں[13]،علامہ سیوطیؒ نے الاتقان میں[14]،ابن عقیلہؒ نے الزیادۃ والاحسان میں[15] النکت فی اعجاز القرآن سے استفادہ کیا ہے۔

اعجاز القرآن-علامہ رمانی کی نظر میں

آپ اعجاز القرآن کو بنیادی طور پر سات وجوہ میں محصور کرتے ہیں اور پھر ان وجوہ کے تحت ذیلی ابحاث لاتے ہیں۔ذیل میں ان پر روشنی ڈالی جاتی ہے۔

١ - ترك المعارضة مع توفر الدواعي وشدة الحاجة

اس سے مراد یہ ہے کہ شدید تحریک اور ابھارنے کے باوجود قرآنی چیلنج کا مقابلہ نہ کر سکنا کتاب الٰہی کا معجزہ ہے، باوجود یہ کہ عربوں کو اس کے معارضے ومقاومے کی اشد ضرورت تھی اور توفر دواعی لامحالہ فعل کو واجب کرتی ہے، جب انتہائی تقاضے کے باوجود کوئی فعل سے عاجز رہے تو یہ مقابل کے معجز ہونے کی بین دلیل ہے۔اسی ضمن میں علامہ رمانی نے پیاسے کے لیے پانی کی مثال سے اس مؤقف کے حق میں دلیل دی ہے کہ اس کو پیاس کی شدت کی وجہ سے پانی کا

تقاضا ہوتا ہے اور وہ پانی کی موجودگی اور شدت تقاضا کے باوجود بوجہ عطش مر جاتا ہے تو یہ اس کے عجز پر دلیل ہوگی، اسی طرح قرآن کے معارض لانا عربوں کی ضرورت تھی، ان میں فصاحت وبلاغت اور اہلیت بھی موجود تھی لیکن اس کے باوجود ان کا عاجز ہو جانا اور کتاب حکمت کے معارض نہ لا سکنا قرآن کریم کا معجزہ ہے۔[16]

٢۔ التحدي للكافة

اس سے مراد بھی علامہ رمانی نے یہی لیا ہے کہ اشد ضرورت کے باوجود عربوں کا معارضہ ترک کر دینا، قرآن کا معجزہ ہے۔[17]

٣۔ الصرفة

صرف سے مراد معارضے ومقابلے کی قوت کو سلب کرنا ہے۔ مقابل سے معارضے کی قوت کا ہی سلب کر لیا جانا بھی ایک خارقِ عادت امر ہے، اسی لیے یہ بھی وجوہِ اعجاز میں سے ایک معقول وجہ ہے۔[18]

معتزلہ میں اعجاز القرآن کے حوالے سے دو مؤقف ہیں؛ ایک فریق کا کہنا ہے کہ قرآنِ پاک کے بلند و بالا معیار کا مقابلہ کرنے کے لیے اہلِ عرب چاہے اپنے آباء سے بھی استعانت کرتے، معارض نہ لا سکتے تھے، کیونکہ بشری اور الٰہی کلام کا باہم مقابلہ ممکن ہی نہیں[19]، جبکہ دوسرے گروہ کا مؤقف ہے کہ قرآن کی حیثیت و مرتبہ دیگر معجزات کی طرح ہے، اہلِ عرب اس کا مقابل اس لیے نہ لا سکے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان سے اس کی طاقت واستعداد ہی سلب کر لی تھی اور ایک امرِ خارجی کی وجہ سے ان کو اس سے روک دیا گیا تھا۔[20] علامہ رمانی کے صرف الهمم عن المعارضة سے مؤخر الذکر مؤقف کی تائید محسوس ہوتی ہے۔

اہلِ سنت والجماعت کے نزدیک اعجاز بالصرفہ کا یہ مؤقف قابلِ قبول نہیں ہے اور دلیل یہ ہے کہ آیت (قُلْ لَّئِنِ اجْتَمَعَتِ الْاِنْسُ وَالْجِنُّ[21]) قدرت کے باوجود عاجز کرنے پر دلالت کر رہی ہے، کیونکہ اگر اصلاً قدرت ہی سلب ہو جاتی تو پھر تحدی بالاجتماع بے فائدہ ہوتی اور یہ اجتماع بمنزلہ موتی ہوتا جو قابل التفات نہیں ہوتا[22]، لہٰذا جب آیاتِ تحدیات کی نص سے سلبِ قدرت ثابت نہیں ہو رہا پھر کتاب اللہ کی نص کے خلاف عمل جائز نہیں۔

۴۔ البلاغة

صاحبِ کتاب کے نزدیک اعجاز کا بنیادی سبب بلاغت ہے، یہی وجہ ہے کہ النکت کا موضوعِ بحث امورِ بلاغت کی تصریح ہے۔ علامہ رمانی نے طبقات کے اعتبار سے بلاغت کی تین انواع یا درجے اعلیٰ، ادنی اور اوسط بتائے ہیں اور قرآن کی بلاغت کے سامنے معجز ہونے سے مراد اعلیٰ طبقے کا ورطۂ حیرت میں مبتلا ہونا لیا ہے، ان کے نزدیک باقی دونوں طبقوں کے نزدیک قرآن کے اسرارِ بلاغت اس قدر منقح نہیں ہو سکتے، ہو سکتا ہے کہ وہ بلاغت قرآنی کو بلغاء کی بلاغت کے مشابہ سمجھیں، کیونکہ وہ بلاغت کی باریکیوں سے پوری طرح واقف ہی نہیں ہیں۔ اسی لیے صاحبِ کتاب نے بلاغت کی جن مباحث پر کلام کیا ہے وہ بالخصوص اعلیٰ طبقے کے فہم کو مدنظر رکھتے ہوئے کیا گیا ہے۔ آپ نے بلاغت کی دس اقسام بتائی ہیں اور ہر قسم کو الگ ابواب کے تحت ذکر کیا ہے، ذیل میں ان اقسام کو بالاختصار بیان کیا جاتا ہے۔

☆**ایجاز**: اس سے مراد معنی کو ایسے الفاظ سے ادا کرنا ہے جو نہایت قلیل ہوں، لیکن کثیر پر دلالت کریں، اس طور پر کہ کثیر الفاظ سے بھی معنی مقصود ادا کرنا ممکن ہو۔ ایجاز کی دو اقسام ہیں:۔ ایجاز قصر اور ایجاز حذف۔ اگر کسی کلمہ کو حذف کیے بغیر قلیل الفاظ کثیر معانی پر دلالت کریں تو اسے ایجازِ قصر کہتے ہیں، جبکہ حذف اس کے برعکس ہے۔ ایجاز حذف کی مثال (وَسْـَٔلِ الْقَرْيَةَ[23]) اور قصر جیسے (وَلَكُمْ فِي الْقِصَاصِ حَيٰوةٌ[24]) ہے۔ علامہ رمانی کا موقف ہے کہ قرآن کریم میں ایجاز قصر کا استعمال زیادہ ہے، کیونکہ یہ کلام کو مہذب بناتا ہے، بیان میں حسن پیدا کرتا ہے، الفاظ کا تصفیہ کرتا ہے اور تکرار کی کلفت سے ابعد ہوتا ہے، نیز مختلف مثالوں اور دلائل سے صاحبِ کتاب نے ثابت کیا ہے کہ ایجاز سے کلام کا حسن بڑھ جاتا ہے، اسی لیے قرآن کریم کا موجز ہونا معجزہ ہے۔ اس کی نظیر یوں پیش کی ہے کہ عبارت القتل انفی للقتل[25] کا مفہوم ارشاد باری تعالیٰ (القِصَاص حَيٰوةٌ[26]) میں موجود ہے، لیکن اس قول میں چودہ حروف ہیں اور یہ بلیغ کلام نہیں ہے، جبکہ آیتِ مبارکہ میں دس حروف ہیں اور ایجاز پائے جانے کی وجہ سے ابلغ کلام ہے۔

☆ **تشبیہ**: علامہ رمانی نے تشبیہ کو ایک عقد قرار دیا ہے جس میں ایک شے کو دوسری کے ساتھ حس یا عقل میں ملایا جاتا ہے۔ بلاغت کی اس قسم کی طویل بحث کے بعد قرآنی تشبیہات کی وضاحت بھی کی ہے۔ جیسے آیت (اِنَّمَا مَثَلُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا كَمَآءٍ اَنْزَلْنٰهُ مِنَ السَّمَآءِ فَاخْتَلَطَ بِهٖ نَبَاتُ الْاَرْضِ[27]) میں تشبیہ کی وضاحت اس طرح کی گئی ہے کہ اس آیت میں مشبہ اور مشبہ بہ دونوں مذکور ہیں، دنیا کی عارضی زینت اور اس کے بعد بربادی اور بے رونقی کی مثال میں اعتبار کرنے والوں کے لیے عبرت ہے، غور و فکر کرنے والوں کے لیے موعظت ہے، اس طور پر کہ گراں امر بھی حقیر ہے اگرچہ

طویل ہو، اور صغیر ہے چاہے اس کی قدر کبیر ہو، یعنی دنیا بظاہر ایک گراں قدر اور کبھی ختم نہ ہونے والی جگہ معلوم ہوتی ہے لیکن حقیقت میں نہایت حقیر اور ارزاں ہے۔

☆**استعارہ:** عبارت کو ابانت کے لیے ایسے معنی کے ساتھ معلق کرنا استعارہ کہلاتا ہے جو اصل لغت میں اس کے لیے وضع نہ کیا گیا ہو۔ یہ بلاغت کی ایک اہم قسم ہے، علامہ رمانی نے اس کے لوازم کے بیان کے بعد قرآنی استعارات کی وضاحت کی ہے، جیسے آیت(الٓرٰ ۔ كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ اِلَيْكَ لِتُخْرِجَ النَّاسَ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ[28]) کی وضاحت میں لکھا ہے کہ قرآن کریم میں ظلمات سے نور کی طرف لانے کا جہاں بھی ذکر ہوا ہے وہ مستعار ہے، اور اس کا حقیقی معنی جہالت سے علم کی طرف لانا ہے، کیونکہ استعارے کے ذریعے اخراج کا یہ بیان ابلغ ہے۔

☆**تلاؤم:** یہ تنافر کی نقیض ہے، اور اس سے مراد تالیف (ترکیب) میں حروف کی تعدیل (مطابقت) ہے۔ اس کے فوائد حسن کلام، الفاظ کی سہولت اور حسن صوت ہیں۔ دراصل تلاؤم کا تعلق تلفظ میں مطابقت اور ہم آہنگی سے ہے اور تنافر اس لیے اس کا متضاد ہے کیونکہ اس میں ثقالت اور بوجھل پن پایا جاتا ہے۔ بلاغت کی اس قسم کے تحت علامہ رمانی نے تالیف کی تین اقسام بیان کی ہیں:۔ متنافر (ادنی قسم)، متلائم (اوسط قسم) اور اعلیٰ قسم یعنی تالیف قرآنی، نیز ثابت کیا ہے کہ قرآن مجید کا تلاؤم بے نظیر و معجز ہے۔ تلاؤم کی مثال میں آیات تحدیات کے ذریعے ثابت کیا ہے کہ انہی آیات میں نہ صرف معانی میں قرآن کے معارض لانے پر ابھارا گیا ہے بلکہ یہ آیات بذاتہ تلاؤم کی اعلیٰ مثال ہیں کہ اس صنفِ بلاغت میں بھی اہلِ عرب معجز ہو کر رہ گئے۔ پوری بحث کا حاصل یہ ہے کہ قرآن کریم نہ صرف الفاظ و معانی کے لحاظ سے معجزہ ہے بلکہ اسالیب و تالیف کے اعتبار سے بھی کلام معجز ہے۔

☆**فواصل:**[29]

اس کی تعریف صاحبِ کتاب نے یوں کی ہے:

> فواصل ان ہم شکل حروف کو کہتے ہیں جو کلمات کے مقاطع (انفصالِ کلام) میں ہوتے ہیں اور حسنِ معانی کو واجب کرتے ہیں، فواصل بلاغت ہے جبکہ اسجاع عیب ہے، کیونکہ فواصل معانی کے تابع ہوتے ہیں جبکہ اسجاع میں معانی اس کے تابع ہوتے ہیں۔[30]

فواصل کی اہمیت اور فوائد کے بیان کے بعد علامہ رمانی نے اس کی دو صورتیں بیان کی ہیں۔ الفواصل علی الحروف المتجانسة (متماثلہ) اور الفواصل علی الحروف المتقاربة (جدا جدا حروف)۔ اول الذکر کی مثال (وَالطُّوْرِ وَكِتٰبٍ مَّسْطُوْرٍ[31]) جبکہ مؤخر الذکر کی مثال آیات (الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ[32]) ہیں۔

☆**تجانس:** ایسا کلام جس کے (الفاظ) کی اصل لغت میں یکجا ہو۔ یعنی الفاظ بظاہر ایک جیسے ہوں لیکن معانی مختلف ہوں۔ یہ بھی کلام کی حسن وخوبی ہے، قرآن کریم میں اس کی متعدد امثلہ موجود ہیں جیسے آیت (يَمْحَقُ اللّٰهُ الرِّبٰوا وَيُرْبِي الصَّدَقٰتِ[33]) میں رباء الصدقہ اور رباء الجاہلیہ میں تجانس پایا جاتا ہے کیونکہ دونوں کی اصل زیادتی ہے لیکن ایک زیادتی کو مذموم قرار دیا گیا ہے جبکہ دوسری محمود و مطلوب ہے۔

☆**تصریف:** علامہ رمانی نے اس کے تحت دو جہات پر بحث کی ہے۔ پہلا معنی اس سے تصریف المعنی (معانی کا تغیر) لیا ہے، جیسے ملک کے تصریفات ہیں، جبکہ دوسری جہت جس پر کلام کیا گیا ہے وہ تصریف قصص ہے، جیسے موسیٰ کا قصہ اعراف، طٰہ اور شعراء اور دیگر سورتوں میں آیا ہے، اس تکرار یا تصریف کی وجہ حکمت، عبرت و موعظت ہے۔

☆**تضمین:** بلاغت کی ایسی نوع ہے جس میں لفظ یا کلام جس اسم یا صفت سے عبارت ہوتا ہے اسے ذکر کیے بغیر معنی کی طرف اشارہ یا اس پر دلالت کی جاتی ہے۔ معترضین نے اس تعریف کو لغوی اعتبار سے درست قرار دیا ہے لیکن اس سے تضمین کے معنی مکمل طور پر ادا نہ ہو سکنے کے باعث نقد کا باعث بنی رہی۔[34] علامہ رمانی نے باب التضمین میں جس قدر وضاحت کی ہے اس سے حاصل معنی یہ نکلتا ہے کہ تضمین درحقیقت ایسا نتیجہ یا وضاحت ہے جو دلالات سے اگرچہ معلوم ہو جاتی ہے لیکن صراحتاً اسے بیان نہیں کیا جاتا۔ صاحب النکت کی رائے میں قرآن کی کوئی آیت بھی تضمین سے خالی نہیں اور اس کی مثال انہوں نے (بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ[35]) سے دے کر واضح کیا ہے کہ اس میں تعلیم کا تضمن ہے کہ امور میں برکت کے لیے آغاز میں بسم اللہ پڑھی جائے، کیونکہ یہ دین کے آداب اور مسلمانوں کے شعائر میں سے ہے، اور عبودیت کا اقرار اور نعمت کا اعتراف ہے۔

☆**مبالغہ:** معنی کے کبر پر دلالت کرتا ہے اس طور پر کہ وضاحت اور ابانت کے لیے حروف اصلی میں تبدیلی کی جاتی ہے۔ اس کی مثال جیسے (وَاِنِّيْ لَغَفَّارٌ لِّمَنْ تَابَ[36]) میں غفار دراصل غافر سے مبالغہ کا صیغہ ہے، اسی طرح تواب، علام، رحیم، علیم وغیرہ ہیں۔

☆**حسنِ بیان:** دراصل وضاحت یا تصریح ہے جو ادراک میں اشیاء کو ایک دوسرے سے ممتاز کرتی ہے۔بیان کی اقسام کی وضاحت کے بعد علامہ رمانی نے واضح کیا ہے کہ قرآن کریم اول سے آخر تک احسن البیان ہے، جیسے آیت (وَلَنْ يَّنْفَعَكُمُ الْيَوْمَ اِذْ ظَّلَمْتُمْ اَنَّكُمْ فِي الْعَذَابِ مُشْتَرِكُوْنَ[37]) میں تحسیر یعنی حسرت وافسوس کروانے کو بطریق احسن بیان کیا گیا ہے۔[38]

۵۔ الأخبار الصادقة عن الأمور المستقبلة

آئندہ واقعات کی درست اخبار اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ یہ قرآن علام الغیوب کی جانب سے ہے، گو یا یہ بھی اعجاز کی ایک دلیل ہے،اس وجہ کے تحت رمانی نے متعدد امثلہ دی ہیں چند ایک یہ ہیں۔

آیت (وَاِذْ يَعِدُكُمُ اللّٰهُ اِحْدَى الطَّآىِٕفَتَيْنِ اَنَّهَا لَكُمْ وَتَوَدُّوْنَ اَنَّ غَيْرَ ذَاتِ الشَّوْكَةِ تَكُوْنُ لَكُمْ وَيُرِيْدُ اللّٰهُ اَنْ يُّحِقَّ الْحَقَّ بِكَلِمٰتِهٖ وَيَقْطَعَ دَابِرَ الْكٰفِرِيْنَ[39]) میں دو گروہوں میں سے ایک کی فتح وکامرانی کا وعدہ کیا گیا تھا، ایک طرف ابوسفیان کا تجارتی قافلہ تھا تو دوسری طرف قریشی لشکر جرار تھا، تو اللہ تعالیٰ نے عظیم والشان لشکر پر مسلمانوں کو بدر میں فتح دی اور اس آیت میں اسی کا وعدہ تھا۔اسی طرح (الٓمّٓ غُلِبَتِ الرُّوْمُ فِيْٓ اَدْنَى الْاَرْضِ وَهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ غَلَبِهِمْ سَيَغْلِبُوْنَ[40]) میں ہے،اسی طرح (هُوَ الَّذِيْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَي الدِّيْنِ كُلِّهٖ ۙ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُوْنَ[41]) کا وعدہ سچ ہوا۔

یہ تمام آیات قرآنیہ مستقبل سے متعلق سچی خبریں ہیں۔[42]

٦۔ نقض العادة

قرآن کریم نے عربوں کے مروجہ تمام اصنافِ ادب (شعر، سجع، خطب ورسائل) کو ہزیمت سے دوچار کر دیا اور ایک ایسے منفرد طریقے سے انہیں روشناس کروایا جو نہ صرف عادت سے خارج تھا بلکہ حسن میں ہر طریقہ پر تفوق وبرتری رکھتا تھا۔شعری اوزان کے تابع نہ ہونے کے باوجود حد درجہ معجز اور احسن کلام ہے۔[43]

۷۔ قياسه بكل معجزة

سابقہ انبیاء کے معجزوں سے قرآن کا موازنہ ومقایسہ کرنے سے کتاب الٰہی کا اعجاز مزید واضح و منقح ہوتا ہے، جیسے موسیٰؑ کے معجزے فلق بحر، لاٹھی کا سانپ بن جانا وغیرہ سبیلاً واحداً فی الاعجاز یعنی اعجاز کی ایک جہت ہے جبکہ قرآن کا معجزہ ہونا ان تمام معجزوں سے اقویٰ واعلیٰ اور من کل وجوہ ہے اس طور پر کہ اہلِ زبان، فصاحت وبلاغت کے شہسوار، اوزان واعراب کے ماہرین کلی طور پر قرآن کا مثل لانے سے عاجز ہوگئے، اس ضمن میں رمانی نے چند اعتراضات ذکر کرکے ان کے جواب بھی دیے ہیں، جیسے اگر معترض کہے کہ ہو سکتا ہے کہ سور قصار کا معارض لانا لوگوں کے لیے ممکن ہو، علامہ رمانی نے کہا ہے کہ ایسا بھی ممکن نہیں ہے کیونکہ قرآن نے اس طور سے بھی انہیں چیلنج کیا ہے اور ان کا عجز بھی ظاہر ہو چکا ہے، اس تحدی پر دلیل (قُلْ فَاْتُوْا بِسُوْرَةٍ مِّثْلِهٖ[44]) پیش کی ہے۔[45]

پہلی اور دوسری وجوہ تقریباً مترادف ہیں کیونکہ ترك المعارضة مع توفر الدواعي وشدة الحاجة کا لازمی نتیجہ التحدي للكافة ہے، یعنی ایک سبب ہے تو دوسرا مسبب ہے، یا ایک وجہ دوسری کو مؤکد ومؤید کر رہی ہے۔ تیسری وجہ بھی گو کہ پہلی دونوں وجوہات کی تفصیل ہے لیکن الگ سے ذکر کرنے کی وجہ اعجاز بالصرفہ کے مؤقف کی تائید کی بدولت ہے، حالانکہ نصِ قرآنی اور لفظِ اجتماع کی دلالت کی رو سے یہ مؤقف درست نہیں ہے۔

علامہ رمانی کے نزدیک بنیادی وجہ اعجاز بلاغتِ قرآنی ہے، اسی لیے النکت کا بڑا حصہ اسی سے بحث کرتا ہے۔ متقدمین علماء میں سے ہونے کی بدولت آپ کی بیان کردہ دس اقسام علومِ بلاغہ میں کلیدی حیثیت رکھتی ہیں۔ اسی طرح طبقاتِ بلاغت کی تعیین ایک مستحسن امر ہے، یہ تقسیم اس لیے درست ہے کیونکہ قرآن بھی اس پر ناطق ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

هَلْ يَسْتَوِي الَّذِيْنَ يَعْلَمُوْنَ وَالَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ۔[46]

لہٰذا جس قدر بلاغتِ قرآنی کے معترف بلغاء ہو سکتے ہیں، عامۃ الناس نہیں ہو سکتے، جو شخص اسرارِ بلاغت سے روشناس ہی نہیں ہے، اس پر اس کا اعجاز کس طرح واضح ہوگا؟ اسی لیے صاحبِ کتاب کا دعویٰ درست ہے کہ ادنی واوسط درجہ کے لوگ تو اسے اعلیٰ طبقہ کی بلاغت کی طرح ہی سمجھیں گے کیونکہ وہ خود ناآشنا ہیں، جبکہ علومِ بلاغت کے ماہرین ضرور معترف ہو جائیں گے اور قرآن کریم کے کتابِ معجز ہونے کی گواہی دیں گے۔

مستقبل کی خبروں سے متعلق قرآن کریم کے اعجاز پر نہایت مختصر کلام کیا گیا ہے اور اس بحث کی اہم جزئیات مثلاً آپ ﷺ کا امی ہونے کی وجہ سے پیشین گوئیوں کا معجزہ ہونا وغیرہ ترک کر دی گئیں ہیں۔ آخری دونوں وجوہ پر گو کہ مختصر کلام ہے لیکن اعجاز قرآن میں خصوصی اہمیت کی حامل ہیں، خاص طور پر سابقہ معجزوں پر قرآن کریم کی فوقیت کو صاحبِ کتاب نے خوبصورت اور مختصر بحث میں سمیٹ دیا ہے۔

علامہ جرجانیؒ کا تعارف

آپؒ کا اسم گرامی عبد القاہر اور لقب شیخ العربیۃ ہے۔[47] علامہ جرجانیؒ کا سلسلۂ نسب یوں ہے:

عبد القاهر بن عبد الرحمن بن محمد الجرجاني۔[48]

علامہ جرجانیؒ جرجان میں پیدا ہوئے۔[49] یہ طبرستان اور خراسان کے درمیان ایک مشہور شہر ہے۔[50] آپؒ کی تاریخِ ولادت کتب تراجم میں مذکور نہیں ہے۔ آپؒ اشعری متکلم اور شافعی فقیہ ہیں نیز علامہ جرجانیؒ کا شمار آئمہ لغت اور اصول بلاغت کے واضعین میں ہوتا ہے۔[51] آپؒ کے اساتذہ میں ابو الحسین محمد بن حسن ابن اخت الاستاذ ابی علی الفارسی مشہور ہیں، ان سے آپؒ نے علم النحو پڑھی۔[52]

علامہ جرجانیؒ نے ۴۷۱ھ بمطابق ۱۰۷۸ء میں جرجان میں وفات پائی۔[53] آپؒ نے متعدد کتب تصنیف کیں، ان میں اسرارالبلاغة، دلائل الاعجاز، اعجاز القرآن[54]، العوامل المائة ،الرسالة الشافية اورالعمدة في تصريف الأفعالمشہورہیں۔

کتاب کا تعارف

کتاب کا مکمل نام دلائل الإعجاز في علم المعانی ہے۔ یہ کتاب مختلف مکتبوں نے شائع کی ہے، جیسے یاسین الایوبی کی تحقیق المکتبہ العصریہ نے، محمود محمد شاکر ابو فہر کی تحقیق مطبعہ المدنی قاہرہ اور عبدالحمید هنداوی کی تحقیق دار الکتب العلمیہ بیروت نے طبع کی ہے۔ اس آرٹیکل میں جس نسخے سے استفادہ کیا گیا ہے اسے دار المعرفہ للطباعہ والنشر بیروت نے ۱۳۹۸ھ میں شائع کیا ہے اور اس پر حواشی و تعلیقات مفتی محمد عبدہ، سید محمد رشید رضا اور شیخ محمد محمود الترکزی الشنقیطی نے لکھی ہیں۔ کتاب ایک جلد اور ۴۲۸ صفحات پر مشتمل عربی زبان میں ہے۔

وجۂ تصنیف اور منہج و اسلوب

اعجاز القرآن ایک مستقل اور اہم موضوع ہے، کتاب دلائل الاعجاز کا موجب دراصل نظم وبلاغتِ قرآنی کا بیان ہے، یعنی قرآن مجید کی فصاحت وبلاغت کا مثل لانے سے عجز آپؒ کے نزدیک اعجاز کا بنیادی سبب ہے۔ علامہ جرجانیؒ نے کتاب ہذا میں نظریہ نظم کو صراحتاً بیان کیا ہے، بلاغت کی چند انواع پر بھی بحث کی ہے، نیز معترضین کے اعتراضات کے جواب بھی دیے ہیں اور شعری استشہاد بھی کیے ہیں۔ آپؒ بالعموم مثالیں قرآن سے لاتے ہیں لیکن جاہلی ادب سے بھی استفادہ کرتے ہیں، البتہ کتاب کا انداز گنجلک اور دقیق ہے، تمام مباحث بالترتیب بیان ہونے کی بجائے منتشر ہیں۔

دلائل الاعجاز کی افادیت واثرات

علوم بلاغت کے لیے یہ کتاب بالخصوص جبکہ اعجاز القرآن کے لیے بالعموم کلیدی حیثیت کی حامل ہے۔ مثلاً البرہان[55] روح المعانی[56] إشارات الإعجاز في مظان الإيجاز[57] اور متعدد کتب میں دلائل الاعجاز سے استفادہ کیا گیا ہے۔

اعجاز القرآن علامہ جرجانیؒ کی نظر میں

علامہ جرجانیؒ کے نزدیک اعجازِ قرآن کا محور نظمِ قرآن ہے جو کلام کا اہم ترین رکن ہونے کے ناتے بلاغت و اعجاز کا منبع ہے اور اسی سبب کو انہوں نے اپنی کتاب دلائل الاعجاز میں اصل اور بنیاد قرار دیا ہے۔

نظم قرآن

آپؒ کے نزدیک نظمِ قرآن ایک وسیع اصطلاح ہے جس کو کسی ایک وصف کے ساتھ مقید کرنا درست نہیں، بلکہ نظم دراصل تمام اجزائے کلام یعنی حروف، الفاظ، حرکات وسکنات، تراکیب وتالیف حتی کی معانی کا بھی مربوط و موزوں ہونا ہے۔ اس اعتبار سے نظم کی چار اقسام یوں بیان کی جاسکتی ہیں۔

۱۔نظم الکلمات: اس سے مراد کلمہ کی فصاحت ہے یعنی روانی وسلاست اور ثقل سے خالی ہونا ہے۔

۲۔ نظم التاليف: کلمات کی ایسی موزونیت اور ارتباط کو کہتے ہیں جس سے کلام کا حسن بڑھ جائے، اس کی مثال سے وضاحت علامہ جرجانیؒ نے یوں کی ہے کہ آیت مبارکہ (وَقِيْلَ يٰۤاَرْضُ ابْلَعِيْ مَآءَكِ وَيٰسَمَآءُ اَقْلِعِيْ وَغِيْضَ الْمَآءُ وَقُضِيَ الْاَمْرُ وَاسْتَوَتْ عَلَي الْجُوْدِيِّ وَقِيْلَ بُعْدًا لِّلْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ[58]) میں تمام کلمات فصیح وموزوں ہے اور ان تمام

کے ملنے سے کلام میں نظم پیدا ہو گیا ہے جیسے ابلعی الماء کہنے کی بجائے ماء کی کاف کی طرف اضافت کر کے مضاف کو مضاف الیہ کے تابع کیا گیا، اسی طرح (وَغِيْضَ الْمَآءُ) میں فعل فُعِل کے وزن پر لا کر یہ دلالت کی گئی کہ پانی کا خشک ہونا آمر کے امر اور قادر کی قدرت کی وجہ سے ہے، پھر (وَقُضِيَ الْاَمْرُ) اسی کی تاکید ہے، پھر ان تمام امور کا فائدہ (وَاسْتَوَتْ عَلَي الْجُوْدِيِّ) اور اس میں السفينة کا اضمار قبل الذکر ہے کیونکہ یہ فخامت کی شرط اور عظمت پر دلالت ہے۔[59]

۳۔ علاقة اللفظ بالمعنى: الفاظ و معانی کے ارتباط و تعلق کی وجہ یہ ہے کہ صرف الفاظ کی بدولت نظمِ کلام ممکن نہیں ہے کیونکہ الفاظ معانی کا قالب ہیں اور جمال لفظی جمال معنی کے بغیر تام نہیں ہوتا۔ علامہ جرجانیؒ کی رائے سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ الفاظ و معانی میں منطقی رو سے نسبتِ تساوی پائی جاتی ہے۔ قرآن کریم کے الفاظ و معانی میں سے ہر ایک معجز ہے۔ البتہ اسبق کی بحث میں آپؒ نے ترجیح معانی کو ہی دی ہے[60] کیونکہ مقصود بہر حال وسائل نہیں معانی ہیں، لیکن ایک کو پکڑ کر دوسرے کی نفی بھی نہیں کی جا سکتی ہے۔

۴۔ ملائمة المعنى للمعنى: اس سے مراد تجاور معانی کا حسن ہے یعنی ایک لفظ کسی معنی پر دلالت کرتا ہو لیکن وہ معنی کسی دوسرے معنی پر دلالت کرے۔ علامہ جرجانیؒ نے حسن مُلائمةِ معناها لمعاني جاراتها[61] سے نظم و اعجاز میں تلاؤم معانی کی اہمیت واضح کی ہے۔ علم البیان کی انواع تشبیہ، استعارہ، کنایہ، مجاز وغیرہ اسی قسم کے تحت آتے ہیں۔[62]

آپؒ کے نظریہ نظم کے تحت درحقیقت فصاحت و بلاغت کی تمام انواع یوں سمٹ جاتی ہیں گویا دریا کو کوزے میں بند کر دیا ہو، مندرجہ بالا چاروں اقسام کے تحت علم المعانی و نحو، بیان اور بدیع کی جملہ انواع داخل ہیں، یعنی نظم اور بلاغت درحقیقت مترادف ہیں۔ ذیل میں علوم البلاغہ کی چند انواع اور اعجازِ قرآنی سے متعلق آپؒ کا نقطہ نظر مختصراً بیان کیا جاتا ہے۔

کنایہ، مجاز اور استعارہ

کتاب دلائل الاعجاز میں نظم و بلاغت کی بحث کے تحت فصل فی اللفظ يطلق والمرادبه غير ظاهره قائم کی گئی ہے جس میں علامہ جرجانیؒ نے ان تینوں اقسام پر کلام کیا ہے۔ کنایہ سے مراد یہ لیا ہے کہ متکلم معانی میں سے ایک ثابت معنی مراد لے لیکن وہ ایسا معنی ہو جس کو لفظ موضوع لہ کے ساتھ لغت میں ذکر نہ کیا جاتا ہو، متکلم اس معنی کی طرف

اشارہ کردے اور کوئی ایسی دلیل لے لائے جو اس معنی کو ثابت کردے۔ جیسے: کثیر رماد القدر سے کثیر القریٰ مراد لینا۔ یعنی اصلی معنی مراد لیا جاسکتا ہے لیکن دوسرے معنی کی طرف لفظ کو پھیر دینا کنایہ ہے۔

مجاز ہر وہ لفظ ہے جس کو اس کے موضوع سے پھیر دیا جائے۔[63] یعنی وہ لفظ جو ایسے معنی میں استعمال کیا گیا ہو جو اس کے لیے وضع نہ کیا گیا ہو۔ استعارہ کسی چیز کو دوسری چیز کے مشابہ قرار دینا ہے، اس میں تشبیہ سے زیادہ فصاحت پائی جاتی ہے، جیسے اگر کسی آدمی کی شجاعت و بہادری کو شیر سے تشبیہ دینی ہو تو رایت رجلا ھو کالاسد فی شجاعتہ کہنے کی بجائے رایت اسداً کہنا استعارہ ہے۔[64] اس مثال سے ثابت ہوتا ہے کہ استعارہ میں ادوات تشبیہ اور وجہ شبہ کو حذف کر دیا جاتا ہے اور مشبہ بہ کو عینِ مشبہ قرار دیا جاتا ہے۔ اس بحث کے بعد علامہ جرجانیؒ نے لکھا ہے: کنایہ افصاح سے ابلغ ہے، تعریض تصریح سے اوقع ہے، استعارہ کے بھی خصائص اور مزایا ہیں اور مجاز حقیقت سے ابلغ ہوتا ہے۔[65]

غرض یہ کہ علم البیان کی انواع پر طویل بحث کر کے آپؒ نے نظم و بلاغتِ قرآنی کو منقح کیا ہے۔

تقدیم وتاخیر

علامہ جرجانیؒ نے فصل فی التقدیم والتاخیر میں علم المعانی کی اس نوع کو جم المحاسن اور کثیر الفوائد قرار دے کر اس کے اسباب و مزایا پر طویل بحث کی ہے، تقدیم مفعول کی مثال آیت (قُلْ اَغَيْرَ اللّٰهِ اَتَّخِذُ وَلِيًّا[66]) سے دی ہے۔ اس میں ہمزہ کے بعد اتخذ سے پہلے مفعول کو ذکر کیا گیا ہے، اس کا سبب یہ ہے کہ اسم مفعول کی تقدیم اس بات کا تقاضا کر رہی ہے کہ یہ فعل احالہ کے طریق پر ہے، یعنی محال کام ہے لیکن پھر بھی کیا عاقل شخص ایسا فعل کرنے پر راضی ہو جاتا ہے؟

مصنف نے اس امر کی بھی تصریح کی ہے کہ تقدیم مفعول سے جس قدر کلام میں حسن و خوبی پیدا ہوئی ہے وہ تاخیر کی صورت میں ظاہر نہیں ہونی تھی۔[67]

حذف

یہ بلاغت کی ایک اہم نوع ہے، اس کا تعلق علم المعانی سے ہے، علامہ جرجانیؒ نے حذف کو عجیب الامر، لطیف الماخذ قرار دے کر سحر کے ساتھ تشبیہ دیا ہے اور ترک ذکر اس کا معنی مراد لیا ہے، نیز حذف کی مختلف صورتیں اور ان کا کلام

پر اثر بیان کیا گیا ہے۔ جیسے آیت(وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَجَمَعَهُمْ عَلَي الْهُدٰي[68]) میں تقدیر ہے، اس کی اصل ولوشاء اللّٰہُ ان یجمعهم علی الهدی لجمعهم ہے۔اسی طرح آیت(وَلَوْ شَآءَ لَهَدٰىكُمْ اَجْمَعِيْنَ[69]) میں بھی ان یهدیکم محذوف ہے،اس کی اصل ولوشاء اللّٰہُ ان یهدیکم اجمعین لهداکم ہے۔[70] حذف کی وجہ سے کلام کی بلاغت ظاہر ہو رہی ہے اور یہ اوقع فی النفس ہے۔

فصل ووصل

علم المعانی کی یہ نوع غموض ودقائق میں شمار ہوتی ہے اور اس کا انحصار عطف پر ہے۔علامہ جرجانیؒ نے فصل ووصل کے مواضع کی مثالوں کے ساتھ وضاحت کی ہے۔ جیسے فصل کے مواضع میں سے ایک العطف ممتنع لاستحالة ہے،اس کی مثال(وَاِذَا خَلَوْا اِلٰى شَيٰطِيْنِهِمْ ۙ قَالُوْٓا اِنَّا مَعَكُمْ ۙ اِنَّمَا نَحْنُ مُسْتَهْزِءُوْنَ ۝ اَللّٰهُ يَسْتَهْزِئُ بِهِمْ وَيَمُدُّهُمْ فِيْ طُغْيَانِهِمْ يَعْمَهُوْنَ[71])ہے، اس آیت میں (اَللّٰهُ يَسْتَهْزِئُ بِهِمْ) کا عطف (اِنَّا مَعَكُمْ)پر درست نہیں ہو گا کیونکہ عطف اس امر کا مقتضی ہے کہ جملہ (اَللّٰهُ يَسْتَهْزِئُ بِهِمْ) منافقین کا مقولہ ہو، حالانکہ یہ باری تعالیٰ کا مقولہ ہے، لہٰذا یہاں عطف استحالہ کی وجہ سے ممنوع ہے[72] اور فصل واجب ہے۔

قصرواختصاص

علامہ جرجانیؒ نے قصرواختصاص کے طرق میں انما،الاّ،لاوغیرہ پر طویل فصول قائم کی ہیں اور آیات میں اختصاص و قصر کی وضاحت کی ہے۔ جیسے طریقہ قصر انما کی مثال(فَاِنَّمَا عَلَيْكَ الْبَلٰغُ وَعَلَيْنَا الْحِسَابُ[73])سے دے کر واضح کیا ہے کہ اس میں نوع قصر باعتبار طرفین صفت علی موصوف ہے اور البلاغ اور الحساب کا اختصاص ہے۔[74]

دلائل الاعجاز میں علامہ جرجانیؒ نے دیگر انواعِ بلاغت پر بھی دقیق مباحث کی ہیں لیکن علم المعانی کی مباحث کو بالخصوص صراحت کے ساتھ بیان کیا ہے جبکہ علم البیان وبدیع پر نسبتاً کم کلام موجود ہے۔ علم البدیع کی بعض انواع پر آپؒ نے نقد بھی کی ہے جیسے سجع اور تجنیس پر ذم السجع[75] والتجنیس[76] المتکلف کے عنوان سے کلام کیا ہے اور اس کی وجہ یہ قرار دی ہے کہ فصاحت دراصل معانی کا تتبع ہے۔[77] یہ مؤقف درست معلوم ہوتا ہے کیونکہ جب اسبق معانی ہیں تو پھر محض الفاظ کا اجناس یا فواصل کی موافقت کو بلیغ کلام قرار دے دینے سے معانی کی طرف عدم توجہی لازم آئے گی اور قرآنِ

کریم تو الفاظ و معانی دونوں کا جامع ہے لہٰذا کتاب اللہ میں ان محسنات لفظیہ محظ کے وجود کا مؤقف درست نہیں، علامہ جرجانیؒ نے اسی لیے سجع اور تجنیس کی نفی کی ہے۔

اعجاز بالصرفہ سے متعلق جرجانیؒ کا مؤقف

اس بارے میں آپؒ نے جاحظ والا مؤقف اختیار کیا ہے کہ کہ قرآنِ پاک کے بلند و بالا معیار کا مقابلہ کرنے کے لیے اہلِ عرب چاہے اپنے آباء سے بھی استعانت کرتے، معارض نہ لا سکتے تھے، کیونکہ بشری اور الٰہی کلام کا باہم مقابلہ ممکن ہی نہیں، نیز آپؒ نے اعجاز بالصرفہ کے نظریے کا رد فصل في التشنيع على القائلين بان الاعجاز بالصرفة میں رد کیا ہے۔[78] خلاصہ یہ ہے کہ علامہ جرجانیؒ کے نزدیک اعجاز قرآن کا مدار فصاحت و بلاغت اور نظم ہے، کتاب دلائل الاعجاز میں اسی موضوع کی مختلف جہات پر خاطر خواہ کلام کیا گیا ہے۔

خلاصہ کلام

علماء کے نقطہ ہائے نظر کا جائزہ لینے سے یہ مؤقف درست معلوم ہوتا ہے کہ قرآنِ مجید کی وجوہِ اعجاز کثیر ہیں یعنی کتاب الٰہی من کل وجوہ معجز ہے۔ اس سلسلے میں علامہ رمانیؒ اور جرجانیؒ نے نظم و بلاغت کو اساس قرار دیا ہے کیونکہ دونوں علماء کے نزدیک فصاحت و بلاغت متفقہ امر ہے۔ البتہ علامہ رمانی نے مستقبل کی پیش گوئیوں پر کلام کیا ہے جب کہ علامہ جرجانیؒ کا اس بارے میں صراحتاً کوئی نقطہ نظر نہیں ہے۔ غرض یہ کہ قرآنِ کریم کی فصاحت و بلاغت ایسا بیش بہا موضوع ہے کہ اس میں جس قدر غور و فکر کیا جائے اسی قدر علم و فن کے خزانے کھلتے ہیں، یہی وہ قدرِ معجز تھی جس نے عربوں جیسے شہسواروں کو عاجز کر دیا۔

حوالہ جات و حواشی

[1] الطور: ۳۴، ترجمہ: تو چاہیے کہ وہ اس جیسی ایک بات لے آئیں۔ اگر وہ سچے ہیں۔

[2] الشريف الجرجاني، علي بن محمد، کتاب التعريفات، بیروت، دار الكتب العلمية، ۱۴۰۳ھ، ص ۲۱۹، ترجمہ: ایک خلاف عادت امر جو بھلائی اور نیک بختی کی طرف بلاتا ہے، دعویٰ نبوت سے متصل ہوتا ہے اور اس سے مدعی کی حق گوئی کا اظہار مطلوب ہوتا ہے کہ وہ مدعی واقعی اللہ تعالیٰ کی طرف سے مبعوث کیا گیا ہے۔

[3]مصطفی صادق الرافعي، ابن عبد الرزاق بن سعيد، إعجاز القرآن والبلاغة النبوية، بيروت، دار الكتاب العربي، ١٤٢٥ھ، ص ١٠٦۔

[4]الطّيب بامَخرَمَة، أبو محمد عبد الله بن عبد الله، قلادة النحر في وفيات أعيان الدهر، جدة، دار المنهاج، ١٤٢٨ھ، ج ٣، ص ٢٥٨۔

[5]ابو طاہر الفیروز آبادی، محمد بن يعقوب، البلغة في تراجم أئمة النحو واللغة، دار سعد الدين للطباعة والنشر والتوزيع، ١٤٢١ھ، ص ٢١٠۔

[6]زرکلی، خیر الدین بن محمود، الأعلام، دار العلم للملايين، ٢٠٠٢م، ج ٤، ص ٣١٧۔

[7]عادل نويهض، معجم المفسرين من صدر الإسلام وحتى العصر الحاضر، بيروت، مؤسسة نويهض الثقافية للتأليف والترجمة والنشر، ١٤٠٩ھ، ج ١، ص ٣٧٢۔

[8]صلاح الدين الصفدي، خليل بن أيبک، الوافي بالوفيات، أحمد الأرناؤوط وتركي مصطفى (محققين)، بيروت، دار إحياء التراث، ١٤٢٠ھ، ج ٢١، ص ٢٤٧-٢٤٨۔

[9]الداودي، شمس الدين محمد بن علي، طبقات المفسرين، بيروت، دار الكتب العلمية، ب س، ج ١، ص ٤٢٤۔

[10]الأعلام، ج ٤، ص ٣١٧۔

[11]باقلانی، ابو بکر محمد بن طيب، اعجاز القرآن، سید احمد صقر (محقق)، مصر، دار المعارف، ب س، ص ٣٩٦۔

[12]جرجانی، أبو بكر عبد القاهر بن عبد الرحمن، دلائل الإعجاز في علم المعاني، محمود محمد شاكر أبو فهر (محقق)، القاهره، مطبعة المدني، ١٤١٣ھ، ص ٤٣٤۔

[13]زرکشی، أبو عبد الله بدر الدين، البرهان في علوم القرآن، محمد أبو الفضل إبراهيم (محقق)، دار إحياء الكتب العربية عيسى البابي الحلبي وشركائه، ١٣٧٦ھ، النَّوْعُ الثَّامِنُ وَالثَّلَاثُونَ: مَعْرِفَةُ إِعْجَازِهِ، ج ٢، ص ٩٠۔

[14]سیوطی، جلال الدين عبد الرحمن بن أبي بكر، الإتقان في علوم القرآن، محمد أبو الفضل إبراهيم (محقق)، الهيئة المصرية العامة للكتاب، ١٣٩٤ھ، النوع الرابع والستون: فی اعجاز القرآن، ج ٤، ص ٣۔

[15]ابن عقیلہ، جمال الدين ابو عبد الله مکی، الزيادة والاحسان فی علوم القرآن، مرکز البحوث والدراسات، ١٤٢٧ھ، النوع السادس والعشرون بعد المائة: اعجاز القرآن، ج ٦، ص ٤٠١-٤٠٢۔

[16]رمانی، ابو الحسن علی بن عیسی، النکت فی اعجاز القرآن (مشمولة فی) ثلاث رسائل فی اعجاز القرآن، محمد خلف الله و محمد زغلول سلاح (محققين)، مصر، دار المعارف، ١٣٨٧ھ، ص ١٠٩۔

[17]المراجع السابق، ص ١١٠۔

[18] المراجع السابق۔

[19] یہ جاحظ معتزلی (م:۲۵۵ھ) کا مذہب ہے۔(جاحظ، عمرو بن بحر، رسائل، عبد السلام محمد ھارون (محقق)، القاھرۃ، مکتبۃ الخانجی، ۱۳۸۴ھ، ج۳، ص۲۲۹)۔

[20] یہ مؤقف اعجاز بالصرفۃ کے عنوان سے مشہور ہے، معتزلہ میں فرقہ نظامیہ کے بانی ابراہیم بن سیار النظام کی یہ رائے ہے۔(الاتقان، النوع الرابع والستون: فی اعجاز القرآن، ج۴، ص۷؛ خطیب بغدادی، ابو بکر احمد بن علی، تاریخ بغداد، بشار عواد معروف (محقق)، بیروت، دار الغرب الاسلامی، ۱۴۲۲ھ، ج۶، ص ۶۲۳)۔

[21] الاسراء: ۸۸، ترجمہ: آپ کہ دیں اگر تمام انسان اور جن (اس بات) پر جمع ہو جائیں۔

[22] الاتقان، النوع الرابع والستون: فی اعجاز القرآن، ج۴، ص۷۔

[23] یوسف: ۸۲، ترجمہ: آپ اس بستی والوں سے دریافت کر لیجیے۔ وضاحت: اس آیت میں لفظ اہل محذوف ہے۔

[24] البقرۃ: ۱۷۹، ترجمہ: اور تمہارے لیے اے اہل فہم (قانون) قصاص میں زندگی ہے۔

[25] ترجمہ: قتل قتل کی زیادہ نفی کرتا ہے، مفہوم: اہلِ عرب کے اس مقولے میں پہلے قتل سے مراد قصاصاً قتل کرنا جبکہ دوسرے قتل سے مراد ظلماً قتل کرنا لیا جاتا تھا۔

[26] البقرۃ: ۱۷۹، ترجمہ: قصاص میں زندگی ہے۔

[27] یونس: ۲۴، ترجمہ: بس دنیا کی زندگی کا حال تو ایسا ہے جیسے ہم نے آسمان سے پانی برسایا پھر اس سے زمین کی سبزی گنجان ہو کر نکلی ہو۔

[28] ابراہیم: ۱، ترجمہ: الف۔لام۔را۔(یہ) کتاب ہے جسے ہم نے آپ پر اتارا ہے تاکہ آپ لوگوں کو تاریکیوں سے روشنی کی طرف نکال لائیں۔

[29] علوم القرآن میں علم الفواصل مستقل علم کی حیثیت رکھتا ہے اور اس کا تعلق بالعموم اواخر یا اس الآیۃ کے ساتھ ہوتا ہے، جیسے شعر میں قافیہ ہوتا ہے۔

[30] النکت فی اعجاز القرآن، ص۹۷۔

[31] الطور: ۱-۲، ترجمہ: قسم ہے پہاڑ کی، اور اس کتاب کی جو لکھی ہوئی ہے۔

[32] الفاتحۃ: ۳-۴، ترجمہ: (وہ) رحمن (وہ) رحیم۔(وہ) مالک روز جزا کا۔

[33] البقرۃ: ۲۷۶، ترجمہ: اللہ سود کو مٹاتا ہے اور صدقات کو بڑھاتا ہے۔

[34] Bashir. M. Ramli, Philology, Rhetoric & Literary Criticism in the study of I'jaz during the 4th century A.H., ProQuest Publisher, N.D., P:219.

[35] النمل: ۳۰، ترجمہ: اللہ کے نام سے جو رحم کرنے والا نہایت مہربان ہے۔

[36] طہ: ۸۲، ترجمہ: اور میں تو بڑا بخشنے والا ہوں اس کا جو توبہ کرے۔

[37] الزخرف: ۳۹، ترجمہ: اور آج یہ بات بھی تمہارے کام نہ آئے گی، جب کہ تم خود کفر کر چکے ہو کہ تم عذاب میں (دوسروں کے ساتھ) شریک ہو۔

[38] النکت فی اعجاز القرآن، ملخص ص ۷۵-۱۰۹۔

[39] الانفال: ۷، ترجمہ: اور (یاد کرو) اللہ تمہیں وعدہ دیتا ہے کہ (ابو جہل اور ابو سفیان کے) دو گروہ میں سے ایک تمہارے لئے اور تم چاہتے تھے کہ (جس میں) کانٹا نہ لگے تمہارے لئے ہو اور اللہ چاہتا تھا کہ ثابت کر دے حق اپنے کلمات سے، اور کافروں کی جڑ کاٹ دے۔

[40] الروم: ۱-۳، ترجمہ: الٓمّ۔ رومی مغلوب ہو گئے۔ قریب کی سرزمین میں، اور وہ اپنے مغلوب ہونے کے بعد عنقریب غالب ہوں گے۔

[41] الصف: ۹، ترجمہ: وہی ہے جس نے اپنے رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو ہدایت اور دین حق کے ساتھ بھیجا تاکہ اسے تمام دینوں پر غالب کر دے اور خواہ مشرک ناخوش ہوں۔

[42] النکت فی اعجاز القرآن، ص ۱۱۰۔

[43] المراجع السابق، ص ۱۱۱۔

[44] یونس: ۳۸، ترجمہ: آپ کہیے کہ اچھا تم ایک ہی سورۃ مثل اس کے لے آؤ۔

[45] النکت فی اعجاز القرآن، ملخص ص ۱۱۱-۱۱۳

[46] الزمر: ۹، ترجمہ: کیا علم والے اور بے علم کہیں برابر بھی ہوتے ہیں؟

[47] الذہبی، شمس الدین، سیر أعلام النبلاء، إشراف الشیخ شعیب الأرناؤوط (مجموعۃ المحققین)، مؤسسۃ الرسالۃ، ۱۴۰۵ھ، ج ۱۸، ص ۴۳۲۔

[48] الاعلام، ج ۴، ص ۴۸۔

[49] المراجع السابق۔

[50] یاقوت الحموی، شہاب الدین أبو عبد اللہ، معجم البلدان، بیروت، دار صادر، ۱۹۹۵م، ج ۲، ص ۱۱۹۔

[51] سیر أعلام النبلاء، ج ۱۸، ص ۴۳۳۔

[52] المراجع السابق، ج ۱۸، ص ۴۳۲۔

[53] الاعلام، ج ۴، ص ۴۸۔

[54] علامہ زرکلی نے اس کتاب کا الاعلام میں ذکر کیا ہے (الاعلام، ج ۴، ص ۴۹)، لیکن موجود وسائل کے مطابق یہ کتاب مفقود ہے، اسی لیے جرجانیؒ کے موقف کے بیان کے لیے دلائل الاعجاز کو بنیاد بنایا گیا ہے۔

[55] البرهان في علوم القرآن، النوع السادس والأربعون: في أَسَالِيبِ الْقُرْآنِ وَفُنُونِهِ الْبَلِيغَةِ، ج ۲، ص ۳۱۳۔

[56] الألوسي، أبو الثناء شهاب الدين، روح المعاني في تفسير القرآن العظيم والسبع المثاني، علي عبد الباري عطية (محقق)، بیروت، دار الكتب العلمية، ۱۴۱۵ھ، ج ۴، ص ۲۱۵۔

[57] بديع الزمان سعيد نورسي، إشارات الإعجاز في مظان الإيجاز، إحسان قاسم الصالحي (محقق)، القاهرة، شركة سوزلر للنشر، ۲۰۰۲م، ص ۱۱۸۔

[58] هود: ۴۴، ترجمہ: اور کہا گیا اے زمین! اپنا پانی نگل لے اور اے آسمان تھم جا، اور پانی کو خشک کر دیا گیا، اور تمام ہو گیا کام اور (کشتی) جا لگی جودی پہاڑ پر، اور کہا دوری (لعنت) ہو ظالم لوگوں کے لئے۔

[59] جرجانی، أبو بکر عبد القاهر بن عبد الرحمن، دلائل الإعجاز في علم المعاني، مفتی محمد عبدہ وسید رشید رضا وغیرہ (محققین)، بیروت، دار المعرفة، ۱۳۹۸ھ، ص ۳۷۔

[60] دلائل الاعجاز کی عبارت یوں ہے: اللفظ تبعٌ للمعنى في النظم، وأنَّ الكلم تترتَّب في النطق، بسببِ تَرَتُّبِ معانيها في النفس (دلائل الاعجاز، ص ۴۵) یعنی الفاظ نظم میں معانی کے تابع ہیں، کیونکہ کلمات نطق میں ترتیب پاتے ہیں اس سبب کے ساتھ کہ اس کے معانی نفس میں مرتب ہوتے ہیں۔

[61] دلائل الاعجاز، ص ۳۶۔

[62] الرازی، فخر الدین، نهاية الايجاز فی دراية الاعجاز، بیروت، دار صادر، ۱۴۲۴ھ، ص ۳۵، عبد العزیز باجی، منهج الجرجانی فی الكشف عن وجوه الاعجاز القرآنی، مجلة الحضارة الاسلامية، وهران، جامعة احمد بن بلة، ابریل ۲۰۱۸م، ج ۱۹، ش ۱، ص ۵۰۔

63 دلائل الاعجاز، ص ۵۲-۵۳۔

64 المراجع السابق۔

65 المراجع السابق، ص ۵۵۔

66 الانعام: ۱۴، ترجمہ: آپ کہہ دیں کیا میں اللہ کے سوائے (کسی اور کو) کارساز بناؤں؟

67 دلائل الاعجاز، ص ۹۵۔

68 الانعام: ۳۵، ترجمہ: اور اگر اللہ چاہتا تو انہیں ہدایت پر جمع کر دیتا۔

69 النحل: ۹، ترجمہ: اور اگر وہ چاہتا تو تم سب کو ہدایت دے دیتا۔

70 دلائل الاعجاز، ص ۱۲۶۔

71 البقرۃ: ۱۴-۱۵، ترجمہ: اور جب ان لوگوں سے ملتے ہیں جو ایمان لائے تو کہتے ہیں ہم ایمان لائے اور جب اپنے شیطانوں کے پاس اکیلے ہوتے ہیں تو کہتے ہیں ہم تمہارے ساتھ ہیں، ہم تو محض مذاق کرتے ہیں۔ اللہ ان سے مذاق (کا معاملہ) کرتا ہے اور ان کو ان کی سرکشی میں بڑھاتا ہے، وہ اندھے ہو رہے ہیں۔

72 دلائل الاعجاز، ص ۱۷۸-۱۷۹۔

73 الرعد: ۴۰، ترجمہ: تو اس کے سوا نہیں کہ تمہارے ذمے پہنچانا ہے اور حساب لینا ہمارا کام ہے۔

74 دلائل الاعجاز، ص ۳۶۵-۳۶۶۔

75 دو فاصلوں کا آخری حروف میں موافق ہونا سجع کہلاتا ہے۔ (علی الجارم، مصطفی امین (مؤلفین)، البلاغۃ الواضحۃ-البیان والمعانی والبدیع، لاہور، مکتبہ رحمانیہ، ب س، ص ۲۷۵)۔

76 تجانس اللفظتین یعنی لفظی طور پر دو کلمات کے مشابہ ہونے یا ہم جنس الفاظ کو تجنیس کہتے ہیں۔ (جرجانی، أبو بکر عبد القاهر بن عبد الرحمن، اسرار البلاغۃ، محمود محمد شاکر (محقق)، القاهرۃ، مطبعۃ المدنی، ب س، ص ۷)۔

77 دلائل الاعجاز، ص ۴۰۱۔

78 دلائل الاعجاز، ص ۲۹۹۔